سیرت شیخ بوعلی سینا کے بعض پہلو
"القانون فی الطب" کی روشنی میں

مولانا حکیم محمد زماں حسینی صاحب (کلکتہ)

(۲)

۴:- القانون کی کتاب ثانی ادویہ مفردہ کے بیان کے لئے شیخ نے ترتیب دی ہے اس کے مقالہ اولیٰ میں شیخ ایک قاعدے کا تذکرہ کرتا ہے کہ بعض ادویہ کے اجزاء بسیط محض دھو دینے کی وجہ سے زائل ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر "برگ کاسنی" کہ اس کی ظاہری سطح پر وہ جزء دوائی ہوتا ہے کہ اسی کی تاثیر "تفتیح سدد" ہے یہ جزء لطیف پانی سے دھونے کے بعد زائل ہو جاتا ہے لہذا بغیر دھوئے یا ہلکی سی دھلائی کے بعد اس کا استعمال مفید مطلب ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ خالص طبی ہے مگر شیخ اس سلسلہ میں بھی کہتا ہے کہ شریعت نے اسی بنا پر کاسنی کے پتوں کو دھونے سے روکا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں " ویکون جل ھذہ المادۃ اللطیفۃ منبسطۃ علی سطحھا وقد تصعدت الیہ وانفرشت علیہ فاذا غسلت تحللت فی الماء ولم یبق منھا شیئ یعتد بہ .... فلھذا اغسلت

نہی عن غسلها شرعًا وطبًا (جلد اوّل القانون ص۱۲۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے دماغ پر شریعت مطہرہ کا احاطہ کامل ہے اور ہمہ دم اس کا دماغ اس خیال سے سرشار ہے۔

۵:- کماۃ جو خودرو ایک پیداوار ہے، شیخ اس کے تفصیلی خواص بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ " ماؤہ کما هو یجلو العین مرویا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واعترافًا من المسیح الطبیب وغیرہ " (القانون جلد اوّل ص۲۳۱) اس کا پانی آنکھوں کو جلا دیتا ہے جیسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور مسیح نامی طبیب کی رائے ہے ـــــ اس مقام پر یہ چیز خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ آنحضرتؐ کی بات کو شیخ نے مقدم کیا ہے۔ اور یونانی طبیب کا ذکر بعد میں کیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ کے قلب میں آنحضرتؐ کے مقام رفیع کا بلند تصور ہے۔

۶:- اسی طرح " بول " (پیشاب) کی افادیت ومضرت پر بحث کے ذیل میں حدیث پاک کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے " روی لو شربتم من البانها وابوالها فصحتم فشربوا وصحوا " یعنی عہد رسالت میں استسقاء کے بعض مریضوں کو حضرتؐ نے اجازت دی کہ اونٹنیوں کے دودھ اور ان کے پیشاب پیو تو اس سے شفا ہو جائے گی، چنانچہ ان لوگوں نے اس ہدایت پر عمل کیا اور شفایاب ہو گئے ـــــ اس حدیث کو جس طبی مسئلہ کے اثبات کے لئے شیخ نے نقل کیا ہے اس کو پہلے بیان کر چکا ہے کہ " بول الانسان وبول الجمل ینفع فی الاستسقاء وصلابة الطحال لاسیما مع لبن اللقاح (القانون جلد اول ص۲۷۹) انسان اور اونٹ کے پیشاب استسقاء اور صلابت طحال میں مفید ہے، خصوصًا اونٹنی کے دودھ کے ساتھ

—— یہ خیال بھی شیخ کے فکر اسلامی کی نشاندہی کرتا ہے۔

(د)

شریعت مطہرہ نے حلال و حرام کی جو حدیں مقرر کی ہیں شیخ نے ہمہ دم القانون کی طبی بحثوں میں بھی ان حدود کی عزت و حرمت کی رعایت و پاسداری ایک مرد صالح کی طرح کی ہے۔ مثال کے لئے امراض رأس کی بحث میں "فصل فی العشق" کے زیر عنوان شیخ کی مفصل تحریر پڑھ جائیے اس میں قاری کو دو مقام پر نہایت ہی بلیغ اور ایسے پاکیزہ جملے درج ملیں گے کہ انہیں آپ پڑھ کر شیخ کی اس قلبی طہارت و لطافت کا اندازہ کریں گے جو کسی مرد مومن کے لئے سرمایۂ حیات ہے —— ملاحظہ ہو، تحریر فرماتے ہیں:۔ "ثم ان لم تجد علاجا الاتدبیر الجمع بینھما علی وجہ یحلہ الدین والشریعۃ فعلتہ" (القانون جلد دوم ص۷۲) یعنی عاشق محزون کے علاج کے سلسلہ میں تمہیں اس کے سوا کوئی چارۂ نظر نہ آئے کہ بہرحال محبوبہ سے اس کا وصال لازم ہے تب، تم دونوں کی ملاقات کا بندوبست اس طریقے کے مطابق کرو جس کو شریعت اسلامی اور دین محمدی نے حلال قرار دیا ہے۔" او یحتال فی تعشیقہ معشوق تحلۃ الشریعۃ" (القانون جلد دوم ص۷۲) یا تم اس عاشق کا رخ اصلی معشوق سے کسی ایسے کی جانب موڑنے کی تدبیر کرو جس سے تعلق قائم کرنا اس عاشق کے لئے شریعت مطہرہ کی رو سے حلال ہو۔"

یہ دونوں عبارتیں ثابت کرتی ہیں کہ حلال شرعی اور حرام شرعی کا شیخ الرئیس نہ صرف اقراری ہے بلکہ تلقین کرتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اپنی عملی زندگی میں اس کی رعایت و لحاظ کریں۔

۲: — شیخ حرام اشیاء کے بیان کے موقع پر طریق تعبیر میں بھی اپنے اسلامی

مزاج کا مظاہرہ کرتا ہے۔ چنانچہ "اللحوم" کی بحث میں مختلف حیوانات کے گوشتوں کے خواص بیان کرتے وقت شیخ نے تحریر کیا ہے کہ وحشی حیوانوں میں بہترین گوشت ہرنوں کا ہوتا ہے گو اس میں تھوڑی سی سوداویت کا جز ہے مگر نصرانیوں اور ان کے ہم مشربوں کا خیال ہے کہ خنزیر کا گوشت بہترین گوشت ہے اس لئے کہ اس میں غذائیت بہت ہے اور بمقابلہ اہلی زود ہضم ہے فرماتے ہیں " وخیر اللحوم الوحش لحم الظباء مع میلہ الی السوداویۃ وقالت النصاریٰ ومن یجری مجراھم بل خیر لحوم الوحش لحم الخنزیر البری فانہ مع کونہ اخف من لحم الاھلی ھو قوی الغذاء وکثیرۃ فی الانضمام " (القانون جلد اول ص ۳۵) اس عبارت کے آگے پندرہویں سطر میں بایں طرح کے جملے ہیں۔ قالت النصاریٰ ومن یجری مجراھم لیس لہ مع غلظہ لزوجتہ غذاء لحم الخنزیر (القانون جلد اول ص) اس طریق تعبیر سے شیخ کے اسلامی مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ القانون جلد اول ص پر لفظ "خمر" اور ص ۱۲۷ پر لفظ شراب اور صفحہ ۱۶۹ پر " واما الشراب" اور جلد سوم کے صفحہ ۲۷۴ پر " اما الاشربۃ العتیقۃ ومنافع ذالک " کے ذیل میں جو طبی نقطۂ نظر سے شیخ نے شراب کے فوائد و مضار کی بحثیں درج کی ہیں۔ اور صرف بحیثیت دوا اس کی دوائی افادیت کو خدائے برتر کی قدرت تخلیق کا کرشمہ قرار دیتا ہے کہ اس نے اسکی دوائیت میں قوی عزیزیہ کی اعانت کی صلاحیت رکھ دی ہے اس طرح شراب کی تخلیق بالکل عبث نہیں ہے بلکہ مبنی بر حکمت ہے ، چنانچہ کہتا ہے " فالحمد اللہ الذی جعل الشراب دواءً محییا للقوی الغریزیۃ " (القانون جلد اول ص) ـــــ مگر کوئی ایسا جملہ جس سے عیش و نشاط کے لئے ترغیب وتحریص شرب خمر پر ہو درج نہیں کیا ہے۔ کو

وجہ ہے کہ خود شیخ کے بارے میں شرب خمر کی روایت میرے نزدیک محلِ نظر رہی ہے (محلِ نظر کی وضاحت کے لئے ایک تشریحی نوٹ مقالہ کے اخیر میں ملحق ہے) ———
مختلف علمی مشکلات کے حل کے لئے جو شخص بار بار مسجد میں جاکر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوتا ہو، حل مسائل کے لئے راتوں کو سجادہ نشیں ہو جاتا ہو، کامیابی کے بعد فقراء ومساکین پر صدقے کرتا ہو، جو شخص اپنی وفات کے کچھ پہلے اپنا سارا اثاثہ فی سبیل اللہ ضرورت مندوں میں تقسیم کرکے بارگاہ الٰہی میں اس مادی سازو سامان کو خیرباد کہہ کر حاضر ہونا چاہتا ہو، جو شخص حافظ قرآن ہو اور ہر تیسرے دن ایک ختم قرآن کرتا ہو (نزھۃ الارواح جلد دوم ص۱۸۱) ایسے شخص کے بارے میں مے نوشی کی روایت محل تعجب اور علمی طور پر ضرور محل نظر ہے میرا یقین ہے کہ شیخ دیندار شخص ہے اور اس ام الخبائث کے استعمال سے اس کا دامن داغدار نہیں ہے۔

—(۵)—

سیرت انسانی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے اپنے بزرگوں کی عزت وتکریم کا پاس وخیال رکھنا۔ اس لحاظ سے بھی اس کی سیرت قابلِ رشک ہے۔ قبل اسلام جو حکماء یا اطباء کبار گذر چکے ہیں ان کے نام عام طور پر سادہ طریقے پر تحریر کرتا ہے جس میں سوء ادبی کا رنگ نہیں ہوتا اور کبھی کبھی کچھ اکرام کے لفظ بھی بڑھا کر ان کی بزرگی کے اعتراف کے ساتھ نام تحریر کرتا ہے۔ مثلاً:-

(۱) الحکیم الفاضل ارسطوطالیس۔ القانون جلد اول ص۶
(۲) عند الحکیم ارسطاطالیس " " " ص۸
(۳) الحکیم الفاضل جالینوس " " " ص۱۰
(۴) قال فاضل الاطباء جالینوس " " " ص۲۶

(۵) اصحاب التجارب من اھل الھند۔ القانون جلد اول ص۱۴۲ ۲
(۶) جماعۃ من الفضلاء " " ص۱۶۰
(۷) الاطباء الاقدمین " " ص۱۱
(۸) المحققون " " ص۱۷
(۹) وقد ذکر لبعض اطباء الھند " جلد دوم ص۲۶
(۱۰) قال الحکیم الفاضل جالینوس " " ص۵۵
(۱۱) اصحاب المزاعات والتجربۃ " " ص۲۵۹ ۲
(۱۲) ان العلماء بامر الحیات " " ص۲۱۱

لیکن شیخ اس وصف کے ساتھ تحقیقات علمیہ میں بہت غیور واقع ہوا ہے۔ خلاف تحقیق اٹکل پچو باتیں کرنے والوں سے بہت ناخوش ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام وہ اس طریقہ سے لیتا ہے جس سے ارباب علم میں وہ شخص بے وزن ہو جائے۔ اس کی چند مثالیں درج ہیں:-

۱۔ بعض المطببین۔ زبردستی حکیم بننے والے۔ القانون جلد اول ص۹
۲۔ ومن الناس — بعض آدمی " " ص۱۷
۳۔ بعض المتحذقین — بعض مدعی حذاقت " " ص۱۰۲
۴۔ ومن الناس من لا یعرف اللغات۔ زبان ولغت سے ناواقف " دوم ص۴۴
۵۔ وقد زعم بعض المتطببین۔ بعض مدعی طبابت نے دعویٰ کیا " " ص۵۵
۶۔ الرجل الذی زعم۔ القانون جلد سوم ص۲۳
۷۔ ھذا الرجل — " " ص۲۳
۸۔ ھذا الانسان — " " ص۲۳
۹۔ ان بعض جھال المجبرین۔ بعض جاہل پٹیاں باندھنے والے۔ القانون جلد اول ص۱۸۹

۱۔ اقتحملتہ لبعض المحدثین۔ غور و حکیموں نے اپنا لیا۔ القانون جلد سوم ص ۱۱۹

و

سیرت شیخ کا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ شیخ ناقل محض نہیں ہے بلکہ ناقد بصیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبل اسلام کے جن اہم اطباء کرام کے اقوال نقل کرتا ہے پہلے ان کو علم و تحقیق کی کسوٹی پر کستا ہے۔ پھر اگر یہ قول مجمل ہے تو اس کی تفصیل وضاحت کرتا اور اگر مہمل ہے تب اس کا ابطال کرتا ہے۔ اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

ا۔ فصل فی اصول الجبر والربط۔ اس فصل کے ذیل میں تحریر کرتا ہے " وبقراط یامر لمن یجبران یمص شیئًا من المزبق فی ذالک الوقت وغرضہ ان یجذب المواد الی داخل وجالینوس یجبن عن ذالک بل یامر بشرب الغاریقون وان کان لابد فشیئ من سکنجبین فیہ قوۃ حالیفہ ویقول ان ذالک کان فی زمان بقراط وفضلہ بین الزمانین عجیب (القانون جلد سوم ص ۱۹۹) اور بقراط کا حکم ہے کہ جس کا عضو جوڑنے کا ارادہ کیا جائے، اس کے لئے عمل جبر کے قبل اور عمل جبر کے وقت ضروری ہے کہ " کھکی " تھوڑی سی چوستا رہے تاکہ مواد جسم کا میلان اندرون جسم ہو جائے۔ مگر جالینوس اس عمل کو ناپسند کرتا ہے اور کہتا ہے کہ " شربت غاریقون " استعمال کرایا جائے اور اگر بے حد مجبوری ہو تو وہ سکنجبین جس میں تھوڑی سی کھکی ملی ہو، دی جائے۔ جالینوس کہتا ہے کہ ترکیب بقراطی اس کے زمانے میں چلنے والی بات ہے۔ اب نہیں چلے گی۔ اس پر شیخ کہتا ہے " وفضلہ بین الزمانین عجیب۔ کہ جالینوس کا اپنے اور بقراط کے دونوں زمانوں میں تاثیر ادویہ کے لئے فرق کرنا تعجب کی بات ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ محض ان بڑوں کے نام سے مرعوب نہیں ہوا۔

۲ فصل فی حمی الدم۔ اس فصل کو شروع کرتا ہے ان جملوں سے " قد ظن

جالینوس انہ لاتکون حمی الدم عن عفونۃ الدم فانہ الدم اذا عفن صار صفراء ولم یکن وما تکون الحمی حینئذ صفراویہ لادمویہ وتکون المحرقۃ المنکورۃ او الغب و تعالجھا بذا اللک العلاج (القانون جلد سوم صـ۲۳)
جالینوس کا خیال ہے کہ خون میں سڑاندھ کی وجہ سے خونی بخار کا وجود ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ خون عفونت کے بعد صفراء بن جائے گا. خون نہیں رہے گا تب یہ بخار صفراوی ہو جائے گا خواہ "محرقہ" ہو جائے یا "غب" ہو جائے اسی کا تم علاج کرو، یہ دموی بخار نہیں ہے، مگر شیخ الرئیس اسے قبول نہیں کرتا ہے بلکہ رد کرتا ہے اور کہتا ہے " ھذا القول منہ خلاف قول لبقراط وخلاف واجب" یعنی جالینوس کی یہ رائے بقراط کی رائے کے خلاف ہے اور حقیقت کے بھی خلاف ہے۔ اس کے بعد خلاف واقعہ ہونے پر لمبی علمی بحث کی ہے. جو القانون کی تیرہ سطروں میں پھیلی ہوئی ہے اور آخر میں کہتا ہے کہ " بل الحق الصحیح قول لبقراط ان الدم قد یتولد من عفونتہ حمی " (القانون جلد ثالث صـ۲ یعنی درست رائے بقراط کی ہے کہ حمی دموی عفونت کی وجہ سے ہوتا ہے اس مقام پر شیخ نے جالینوس کو چھوڑ دیا ہے اور بقراط کا ساتھ دیا ہے لیکن اس کی بنیاد جوشِ عقیدت نہیں ہے بلکہ وہ حقیقت ہے جو اپنی پشت پر دلائل رکھتی ہے۔ اور ان دلائل کا فراہم کرنا چونکہ شیخ الرئیس کا کارنامہ ہے اس لئے اس انفرادیت کا سہرا اسی کے سر بندھے گا۔

۴۳۔ شیخ بحران کی بحث میں " فی علامات ماخوذۃ من الصداع " کے ذیل میں عام اطباء کرام کی ایک رائے کو رد کرتا ہے، کہتا ہے " قالوا وان کان القیاس ان یکون فی العاشر فانہ سابع الثالث لکنہ لیس بیوم البحران " عام اطباء کی یہ رائے نقل کر کے یوں رد کرتا ہے. " و ھذا الکلام عندی لیس بشیء فان

الحساب لیس علی ھذا القبیل" الخ (القانون جلد ثالث ص۳۵) عام اطباء کی لائے میرے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اطباء کرام کی اجتماعی رائے کے خلاف بھی پوری قوت سے اقدام کی صلاحیت رکھتا ہے اور اپنی تحقیق پر رائے قائم کرتا تھا۔

۴:۔ الماس (ہیرا) کے خواص کا تذکرہ کرتے وقت شیخ کہتا ہے کہ ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ ہیرا منہ میں اگر رکھ لیا جائے تو دانت خودبخود ٹوٹ جاتے ہیں، ممکن ہے یہ اسکی ذاتی خاصیت ہو یا اس لئے کہ ہیرے کے مقام پیدائش عموماً سانپوں کے زہروں سے متاثر ہوتے ہیں، یہ باتیں نقل کرنے کے بعد بہت خفا ہو کر کہتا ہے: ھذا الکلام من یحلاف مجازفة کثیرة ولا یعرف ان سم الافاعی اذا کان محجوجا الی خارج لا یفعل ھذا الفعل خصوصاً اذا اتی علیہ مدة" ـــ یہ باتیں بکواس کرنے والوں کی ہیں۔ انہیں ... یہی نہیں معلوم کہ سانپ کا زہر خارج میں رہ کر اپنی تاثیر دھیرے دھیرے کھو دیتا ہے بالخصوص جب اس پر ایک مدت گذر جائے لہٰذا الماس کے بارے میں قبول "سم" کی بات بے کار ہے۔

۵۔ الشلثاء و منافع ذالک کے زیر عنوان شیخ تحریر فرماتا ہے ھذا دواء تفعن الاطباء عنہ کل نفع و فی ترکیبہ کل العجائب ونحن لم نر لہ اثراً کبیراً الا فی ازالة المحبسة العارضة للامراض اللسان واسترخائہ" کہتا ہے کہ تمام اطباء کرام کے نزدیک یہ وہ دوا ہے کہ جس کے دامن میں ہر طرح کے فوائد جمع ہیں اور یہ دوا عجائبات کا مجموعہ ہے مگر مجھے اس میں ایسی کوئی بڑی تاثیر تو دکھائی نہیں دیتی۔ بجز اس کے کہ زبان میں جو رکاوٹ اور استرخاء کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اسکو دور کر سکتی ہے، اس کے بعد

ان فوائد کی ایک لمبی فہرست پیش کرتا ہے۔ جو عام اطباء کے خیال میں اس دوا کے استعمال سے مرتب ہوتے ہیں پھر اخیر میں دوبارہ اپنی رائے ظاہر کرتا ہے۔ کہ "ھذا ماتقولہ الاطباء، والذی عندی انہ دواء مشوش غیر مرتب الترکیب محرق الدم و الاخلاط مقصر عن الاغراض (القانون جلد ثالث ص ۳۱۸) یہ فہرست تو عام اطباء کی رائے کے مطابق ہے مگر میرے نزدیک تو یہ دوا اپنی بناوٹ اور اجزاء ترکیبیہ کے اعتبار سے بے حد انتشار کی نذر ہو گئی ہے؛ بلکہ یہ دوا عمومی طور پر تمام اخلاط اور خصوصی طور پر خون میں احتراقی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اور ان اغراض و مقاصد کو پورا نہیں کرتی جسکا دعویٰ عام اطباء کرتے ہیں۔' اس مثال سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ ناقل محض نہیں ہے بلکہ تجربات و دلائل کی روشنی میں بصیرت افروز اور مفید تنقید بھی کرتا ہے۔

(ز)

شیخ کی عادت ہے کہ کسی موضوع پر گفتگو کرتے وقت صرف اس موضوع کے چوکھٹے میں رہ کر کلام کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ القانون کی پہلی جلد ص پر موضوع طب پر بحث کرنے کے ذیل میں اس قسم کی روش کی تائید میں اپنے قلم کو گردش دیتا ہے اور کہتا ہے کہ بعض اطباء نے اس موقع پر عناصر اربعہ اور مزاج اور اس کے متعلقات کے وجود کے اثبات پر بحث شروع کر دی ہے جبکہ یہ چیزیں علم طبیعی میں زیر بحث آکر مسلمات میں سے شمار ہونے لگی ہیں، یہ موقع تو اس کا ہے کہ صرف یہ بحث کی جائے کہ عناصر کی تعداد کتنی ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ مزاجوں کی تعداد کیا ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ اسی طرح اخلاط کی تعداد و حقیقت کیا ہے؟ قویٰ کی تعداد و حقیقت؟ روحوں کی تعداد و حقیقت زیر بحث آنی چاہئے، حالات صحت کا تبدل و تغیر کن اسباب کی بنا پر ہوتا ہے ان اسباب کی حقیقت

اور تعداد پر بحث کا یہ موقع ہے۔

اس موقع پر اثبات وجود عناصر اور اس کے دلائل سے بحث بے محل ہے اس کی جگہ علم طبیعی ہے خود جالینوس بھی اس فرق کو ملحوظ رکھتا ہے اور بحیثیت فلسفی علم طبیعی میں جو چیزیں زیر بحث لاتا ہے بحیثیت طبیب علم طب میں ایسی چیزوں کو زیر بحث لانے سے اجتناب کرتا ہے چنانچہ شیخ کہتا ہے " واذا شرع بعض المتطبیین واخذ یتکلم فی اثبات العناصر و المزاج. الیٰ آخر الفصل الثانی. (القانون جلد اول ص۵)

(ح)

شیخ کے مزاج میں انصاف اور اعتراف حقیقت کی بھی صلاحیت ہے یہی وجہ ہے کہ " الفصل الثلاثون فی تشریح عضل اصابع الرجل" کے ذیل میں تحریر کرتا ہے " واما اللواتی وضعها فی کف الرجل فمنها عضل عشر قد فاتت المشرحین واول من عرفها جالینوس (القانون جلد اول ص۵۳) وہ پٹھے جو پیر کے تلوے میں ہیں وہ دس ہیں، جن کا علم قبل جالینوس کے تشریح کرنے والوں کو نہیں تھا، سب سے پہلا شخص جس نے انہیں پہچانا " جالینوس" تھا۔

(ط)

شیخ کلام اکابر کے اکرام کا بھی جذبہ رکھتا ہے، اسی بنا پر جس طرح کلام بقراط کی شرح جالینوس نے کی ہے۔ شیخ نے بھی امام جالینوس اور دوسرے ائمہ طب کے کلاموں کی شرح کی ہے تاکہ بزرگوں کی باتیں ضائع نہ ہوجائیں۔ چنانچہ القانون میں اس کی مثالیں بکھری پڑی ہیں، اس جگہ صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں، شیخ تحریر کرتا ہے: " قال جالینوس ان من الاعضاء ماله فعل فقط ومنها ماله منفعة فقط ومنها ماله فعل ومنفعة معا الاول کالقلب —

والثانی، کالرئیۃ — والثالث، کالکبد" (القانون جلد اول ص۲۳)
یعنی اعضاء کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ اول وہ عضو جس میں صرف دوسروں میں اثر
کرنے کی صلاحیت ہے جیسے قلب — دوم، وہ عضو ہے جس میں صرف قبول
تاثیر کی صلاحیت ہے اس کی مثال پھیپھڑا ہے — سوم اور بعض عضو
ایسے ہیں کہ ان میں فعل و منفعت دونوں کی صلاحیت ہے جیسے جگر —
اس متن متین کی شیخ نے نہایت نفیس شرح کی ہے جو القانون جلد اول ص۲۳
پر مذکور ہے — اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کلام اکابر کی عزت اس کے
قلب میں ہے۔

(خاتمہ)

کتاب القانون کی روشنی میں سیرت شیخ کے یہ چند پہلو میں نے بطور مثال
پیش کئے ہیں؛ اخیر میں محسن انسانیت شیخ الرئیس بوعلی سینا کے لئے خداوند
کریم سے درخواست ہے کہ اپنی شان کریمی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ رافت و
رحمت کا فرمائیں اور درجات عالیہ سے نوازیں، آمین۔
الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی محمد النبی وآلہ
واصحابہ دائماً ابداً ابداً۔

محل نظر کی تشریح

شیخ بوعلی سیناکی شہرت مے نوشی کی تردید

ضمیمہ مقالہ: سیرت شیخ بوعلی سینا کے بعض پہلو "القانون" کی روشنی میں

حقیقت واقعی کی دریافت کے لئے چند چیزوں کا تجزیہ نہایت ضروری ہے
۱۔ شیخ کی جانب جس مشروب کی نسبت کی جاتی ہے، وہ مشروب شیخ کیوں

پیتا تھا ؟ اس کا داعیہ اور سبب کیا تھا اس کا تعین ہونا چاہیئے۔ اس کی وجہ سے نوعیت مشروب کی تعین میں آسانی ہوگی۔

۲- وہ مشروب کیا تھا ؟ کیا وہ واقعی شراب ہی ہے ؟ جس کی عمومی شہرت ہے۔ یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا مشروب ہے ؟ جس سے وہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے جس کے لئے شیخ اس مشروب میں دلچسپی لیتا تھا۔

اثبات یا نفی کی ہر صورت کے لئے مضبوط دلیل یا دلائل کیا ہیں ؟

۳- ان دونوں سوالوں کے جواب کے لئے ان صحیح و معتبر مآخذ کی نشاندہی لازم ہے جن کی بنیادوں پر اس بارے میں قطعی رائے قائم کی جا سکے۔

دونوں نمبروں (۱-۲) کا جواب چونکہ تیسرے نمبر پر موقوف ہے اس لئے میں پہلے اس کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔

شیخ الرئیس بوعلی سینا نے اپنے ذاتی احوال و سرگزشت کو خود اپنی زبانی اپنے شاگرد ابو عبید جوزجانی کو املا کرانا چاہا تھا چنانچہ کچھ حصے کو اس نے مرتب بھی کرایا مگر وہ اسکو مکمل نہیں کرپایا، البتہ اسی عزیز و قریب شاگرد ابو عبید جوزجانی فقیہ نے اسے پایۂ تکمیل کو پہونچایا۔ سرگزشت شیخ کا یہ حصہ جوزجانی کے ان مشاہدات ذاتی پر مشتمل ہے جنہیں وہ شیخ کی اپنی نجی رفاقت کی ساعتوں میں بچشم خود دیکھتا رہا ہے' ۔۔۔ یہ "حیات نامہ" شیخ اور ابو عبید کی مشترک کوششوں کا نتیجہ ہے، کتب مخطوطات کی مختلف لائبریریوں کی فہرستوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس رسالہ کے چند خطی نسخے بعض بعض کتب خانوں میں موجود ہیں اور اب ایران میں اس کی اصل متن عربی مع ترجمہ فارسی شائع ہو چکی ہے ... یہی رسالہ صدیوں سے علماء محققین کے نزدیک احوال شیخ کے لئے بنیادی مآخذ بنا رہا ہے۔ چنانچہ عہد شیخ کے بعد جن جن مؤلفین و محققین

نے فلاسفہ اور اطباء کے حالات پر کتابیں تالیف کی ہیں ان تمام حضرات نے
احوال شیخ کے لئے اس رسالہ کو اپنی اپنی تالیفوں میں بعض جزوی تفاوت
کے ساتھ نقل کر لیا ہے ۔۔۔ کسی نے ضروری خیال کیا تو اس کی صراحت کر دی
کسی نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی تو اس کو اس طریقے سے نقل کر کے
اپنی زینت تالیف بڑھائی کہ قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ مؤلف کی یہ اپنی
عبارت ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہی سرگزشت شیخ ہے جس کا املا
اور ترتیب شیخ اور ابو عبید جوزجانی فقیہہ کی ملی جلی کوشش کا ثمرہ شیریں
ہے، چنانچہ تقابلی مطالعہ کے بعد یہ صداقت سامنے آجاتی ہے، بہرحال
یہ قیمتی رسالہ ان کتابوں میں محفوظ ہو گیا ہے۔ اور جتنی تعداد میں یہ کتابیں موجود
ہیں اتنی ہی تعداد میں بالواسطہ رسالہ شیخ کے مزید نسخے عالم وجود میں آ گئے
ہیں۔ انہیں کتابوں کے واسطے سے ارباب تحقیق نے صدیوں سے اس رسالے
کا بار بار مطالعہ کیا اور آخری مرجع کے طور پر بار بار اس کی طرف مراجعت کی اور
اس سے استفادہ کیا ہے۔ جن جن کتابوں میں یہ رسالہ منقول ہے،
اس سلسلہ کی قدیم ترین تالیفات میں سے اس وقت جو دستیاب
ہوتی ہیں۔ ان میں سب سے پہلی کتاب (۱) "تتمہ صوان الحکمۃ"
ہے، جس کا مؤلف ظہیر الدین ابوالحسن علی بن زید بیہقی متوفی ۵۶۵ھ ہے۔
یہ مؤلف عہد شیخ کے زیادہ قریب ہے۔ ان دونوں میں سوا سو سال کا تفاوت
ہے۔ انہوں نے احوال شیخ کے بیان کے لئے اپنی کتاب تتمہ میں اسی رسالہ
شیخ کو نقل کیا ہے۔ مگر اس طریقے سے نقل کیا ہے کہ قاری ایسا محسوس کرتا
ہے کہ یہ الفاظ و عبارت مؤلف تتمہ ہی کے مرہون خامہ ہیں۔ اور شیخ یا ابو عبید
سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک مقام پر اس کی اپنی تنقیدی رائے بھی سالہ

کی عبارت میں مخلوط ہوگئی ہے جیسے دانشمند آدمی محسوس کر لیتا ہے۔

۲۔ دوسری کتاب "اخبار الحکما" علامہ جمال الدین قفطی (متوفی ۶۴۶ھ) کی ہے۔ یہ شخص مولف تتمہ سے قریب العہد ہے۔ دونوں میں اکیاسی سال کا فرق ہے، انہوں نے بھی اپنی تالیف میں رسالہ شیخ کو نقل کیا ہے مگر اس طریقے سے کہ شیخ کی طرف انتساب ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتدائی سطریں یوں ہیں۔ "سألہ رجل ... من تلامیذہ عن خبرہ فاملی علیہ ما سطرہ عنہ وھو انہ الخ ص۴۱۳ (اخبار الحکما قفطی)

۳۔ تیسری کتاب "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" ابن ابی اصیبعہ (متوفی ۶۶۸ھ) کی ہے۔ انہوں نے نہایت فراخ دلی سے "شیخ الرئیس اور ابو عبید جوزجانی" کا نام لے کر اس رسالے کو نقل کیا ہے۔

۴۔ چوتھی کتاب "نزھۃ الارواح" مولفہ شمس الدین شہر زوری (متوفی ۶۸۷ھ) کی ہے۔ انہوں نے تتمہ صوان الحکمہ میں منقول رسالہ شیخ کی پوری عبارت کو بلا تغیر و تبدل نقل کر لیا ہے اور تتمہ کا ذکر تک نہیں کیا ہے لیکن تقابلی مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

۵۔ پانچویں کتاب "وفیات الاعیان" ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) کی ہے۔ یہ کتاب گو، خاص طور پر اطبا اور فلاسفہ کے احوال پر نہیں ہے، مگر اعیان رجال میں شیخ کو قاضی ابن خلکان نے چونکہ شمار کیا ہے اس لئے انہوں نے تذکرہ کیا ہے اور اس بارے میں اسی رسالہ شیخ کو بلا حوالہ نقل کیا ہے البتہ بعض حصوں کو جو ان کے

ـــہ مشہور بہ ابن فندق و فرید خراساں۔ تاریخ ادبیات ایران از صفا۔ ج ۲ ص۳۱۱ و ص۹۹۳ و ص۹۹۵ اسکی تصانیف میں اہم کتاب "تفسیر نہج البلاغہ" ہے۔ تفصیلی احوال کے لئے ملاحظہ ہو، معجم الادبا از یاقوت حموی ج ۱۳ ص۲۱۹

نزدیک قابلِ تنقید تھے۔ انھیں حذف کر دیا ہے۔

ان مؤلفین و مصنفین کے بعد کے مؤلفین نے انہیں مذکورہ کتابوں کی وساطت سے رسالہ ہٰذا کو ماخذ کے طور پر استعمال کیا ہے مگر اس امکان کی نفی نہیں کی جا سکتی کہ کسی نے ان کتابوں کی وساطت کے بغیر مستقل طور پر شیخ کے اس رسالے کے کسی خطی نسخے سے استفادہ کیا ہو ــــــ بہرحال، احوالِ شیخ سے واقفیت کے لئے بنیاد چونکہ رسالۂ شیخ ہی ہے اس لئے میں اسی کی روشنی میں زیرِ بحث مسئلہ کی وضاحت کروں گا ــــ ان تمام مؤلفات میں منقول متن رسالہ میں چونکہ بعض بعض مقامات پر جزوی طور پر بنیادی قسم کے اختلافات موجود ہیں جس کے نتیجے میں بات کچھ سے کچھ بن جاتی ہے ــــ اس لئے میں نے ضروری خیال کیا کہ میرے مضمون میں ہر کتاب سے متعلقہ متن لفظی تفاوت کے ساتھ سامنے آجائے تاکہ مطالعہ کرنے والوں کو رائے قائم کرنے میں آسانی ہو جائے۔ اور زیرِ بحث مسئلہ کا ہر پہلو سامنے آجائے۔ مزید برآں انہی حوالوں سے اس مشروب کا تعین بھی بآسانی ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے شیخ اپنے مشروبِ خاص کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ اور اس مشروب کا بھی سراغ لگ جائے گا جسے شیخ استعمال کرتا تھا۔

(جاری)

سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات

مرتب :- پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی علی گڑھ

سلطان قطب الدین ایبک سے لے کر سلطان ابراہیم لودی تک تمام سلاطین دہلی کے مذہبی افکار و عقائد اور نظام حکومت پر ان کے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے ابتدا میں پروفیسر محمد حبیب صاحب صدر شعبۂ سیاسیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اس گرانقدر تالیف پر ایک محققانہ تعارف تحریر فرمایا ہے۔ آخر میں عربی فارسی اور انگریزی کتابوں کی فہرست بھی دی گئی ہے۔

کتابت و طباعت / عمدہ فوٹو آفسیٹ۔ صفحات ۴۸۵۔ قیمت ۳۵ روپے / مجلد ۴۲ روپے